۱۶ فروری ۱۹۹۷ء کو جاری شدہ نوٹیفکیشن کالعدم قرار دیا جائے، کیوں کہ انتخابات کے نام سے جو کارروائی ہوئی ہے، محض دکھاوا ہے اور الیکشن کمیشن آئین و قانون کے مطابق انتخابات کے انعقاد میں ناکام ہو گیا ہے، نیز الیکشن کمیشن کا عملہ آئین و قانون کی خلاف ورزی کے ارتکاب کی وجہ سے سزا کا مستحق ہے۔ آرٹیکل ۶۲ اور ۶۳ کی تشریح کی جائے، مسیحی نشستوں کے انتخاب کا ریکارڈ طلب کیا جائے اور مسیحی نشستوں پر از سرِ نو انتخاب کا اہتمام کیا جائے، قومی اور صوبائی نشستوں کے لیے بیلٹ پیپر کا رنگ الگ الگ رکھا جائے۔

پیٹیشن میں کہا گیا ہے کہ جے - سالک کو قومی اسمبلی اور نذیر کھوکھر کو صوبائی اسمبلی کی نشست کے لیے ایک ہی انتخابی نشان دیا گیا تھا۔ یہ بھی دعویٰ کیا گیا ہے کہ الیکشن کمیشن نے ریٹرننگ آفیسر صباح محی الدین خان پر فرضی نتائج کے اعلان کے لیے دباؤ ڈالا جو اُنھوں نے قبول نہیں کیا۔ ۱۵ فروری کو ریٹرننگ آفیسر کا اچانک تبادلہ کر دیا گیا اور نتائج کا اعلان ہو گیا۔ امیدوار کو مصدقہ انتخابی نتیجہ فراہم نہیں کیا گیا۔ ابھی تک چاروں صوبوں کے نتائج ہی موصول نہیں ہوئے۔ ووٹوں کی گنتی میں آج بھی فرق موجود ہے۔ جے - سالک کے ووٹوں میں ۹۰۸ کا فرق ہے۔ یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ کوئی ووٹ مسترد نہیں ہوا، حالانکہ ووٹ مسترد بھی ہوئے ہیں۔ تمام حلقوں کے نتائج تاحال یک جا نہیں ہوئے۔ (روز نامہ "جنگ" —— راولپنڈی، ۶ مئی ۱۹۹۷ء)

یورپ

ویٹی کن: مسلم - مسیحی تشدّد پر کیسے قابو پایا جائے؟ — کلیسیائی اہل کاروں کی سوچ بچار

ایشیا، مشرقِ وسطیٰ اور افریقہ کے مختلف ملکوں میں حالیہ مسلم - مسیحی تشدّد کے واقعات نے کیتھولک چرچ کے ذمہ داروں کو پریشان کر دیا ہے اور وہ حیران ہیں کہ صورتِ حال پر کسی طرح قابو پایا جائے۔ ان پُرتشدد واقعات سے متاثر ہونے والوں میں فلپائن کا ایک مقتول بشپ اور یوگنڈا کے غریب مسیحی خاندان شامل ہیں۔ جہاں تک ۱۹۹۷ء کا تعلق ہے، مسلم - مسیحی کشمکش نے پاکستان، مصر اور انڈونیشیا میں سر اٹھایا ہے۔ ویٹی کن کے اہل کاروں نے پُرتشدد واقعات پر افسوس کا اظہار کیا ہے، مگر اُنھوں نے اسے "مذہبی جنگ" کہنے سے احتیاط برتی ہے۔ "پاپائی کونسل برائے مکالمہ بین المذاہب" کے سیکرٹری بشپ مائیکل فٹزجیرلڈ نے متنبہ کیا ہے کہ ہر واقعہ کے مقامی اسباب تھے اور

غور و فکر کرتے ہوئے ان اسباب کو پیشِ نظر رکھنا چاہیے۔ "میرے نزدیک موجودہ صورتِ حال مسلم - مسیحی تعلقات میں کسی بحران کی ضامن نہیں۔ یہ حوصلہ شکن ضرور ہے، مگر اس سے آپس کی مزید گفت و شنید کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔"

"پاپائی کونسل" کے ایشیائی امور کے ذمہ دار فادر فلیکس میچیڈو کی رائے میں اصل مسئلہ مذاہب کی بڑھتی ہوئی سیاست زدگی ہے۔ "میرا خیال نہیں کہ اسلام اور مسیحیت کے درمیان بطور مذہب کوئی ٹکراؤ ہے، زیادہ تر یہ سیاسی اغراض ہیں۔" آئے دن "اکثریت - اقلیت" اور دونوں طرف کا تناؤ باسانی تشدّد کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔

وہ ٹی کن کے سفارتی حکّام متعدّد واقعات کے سیاسی اور مذہبی پہلوؤں کا دقّتِ نظر سے مطالعہ کر رہے ہیں۔

—— فلپائن کے مسلم اکثریتی علاقے جولو میں فروری کے آغاز میں کیتھڈرل سے باہر بشپ بنجمن ڈی جیس کو گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا اور ایک انتہا پسند گروہ سے تعلق رکھنے والے دو افراد کو گرفتار کیا گیا ہے۔

—— انڈونیشیا میں جنوری میں بورنیو میں اس وقت سیکڑوں افراد مار ڈالے گئے جب مقامی قبیلے ڈیاک نے جو مسیحی ہے، ترکِ وطن کر کے آنے والے مسلمانوں کے گھروں اور دکانوں پر حملہ کیا۔ بعد ازاں ہزاروں مسلمانوں نے جکارتہ سے باہر مسیحی آبادی میں چرچ، بینک اور مسیحی دکانیں توڑ پھوڑ دیں۔ ملک کے دوسرے حصوں میں مسلم - مسیحی فسادات کے نتیجے میں متعدد افراد مارے گئے اور بیسیوں عمارتیں جل کر راکھ ہو گئیں۔

—— اوائل فروری میں پنجاب (پاکستان) میں برس ہا برس کے پُرامن روابط کے بعد مقامی مسلمانوں نے مسیحیوں کے خلاف بلوہ کیا، بارہ چرچ اور سیکڑوں کتابیں جلا کر راکھ کر دیں جو طلبہ اور مذہبی تعلیم حاصل کرنے والے استعمال کرتے تھے۔ تشدّد کے نتیجے میں کوئی ۸۰۰ مسیحی خاندان بے گھر ہو گئے۔ ایک پادری کے مطابق اس بلوے میں مقامی سرکاری حکّام نے اعانتِ جرم کا ارتکاب کیا تھا۔

—— شمالی یوگنڈا میں، مبیّنہ طور پر گوریلا گروہوں نے کیتھولک مشنوں پر جنوری کے اواخر میں یکے بعد دیگرے تین حملے کیے، چرچ عمارتوں کو نقصان پہنچایا اور نقد رقوم کے ساتھ سامان چرا لے گئے۔

—— مصر میں، فروری کے آغاز میں مسلمان شدّت پسند ایک کلیسیائی خیراتی اجلاس پر حملہ آور ہوئے اور ۹ قبائلی مسیحیوں کو قتل کر دیا۔ مصر کی حالیہ تاریخ میں کسی چرچ کے اندر تشدّد کا یہ بدترین واقعہ تھا۔

وہ ٹی کن حکّام نے کہا ہے کہ فلپائن میں بشپ ڈی جیس کے قتل سے بڑھتے ہوئے اُس خطرے کا اظہار ہوتا ہے جو مسلم اکثریتی علاقوں میں کیتھولک رہنماؤں کو درپیش ہے۔ الجزائر جیسے ملکوں میں بشپ اور پادری خصوصی طور پر مسلمان انتہا پسندوں کا ہدف ہیں، لیکن جیسا کہ بشپ فٹز جیرلڈ نے

واضح کیا کہ بشپ ڈی جیس کی آخری رسومات میں علاقے کے سیکڑوں مسلمانوں نے شرکت کی ہے اور قتل کے فوراً بعد مسلمان نمائندوں اور مقامی بشپوں کے درمیان رابطہ قائم ہوگیا ہے۔ بشپ فٹز جیرلڈ کے الفاظ میں "اس بات کے آثار موجود ہیں کہ مذہبی رہنما ایک دوسرے کے قریب آرہے ہیں۔"

بعض لوگوں نے پوچھا ہے کہ کیا فلپائن میں بشپ کے قتل کو بہت زیادہ نہیں اچھالا گیا؟ اور اُنہوں نے واضح کیا کہ مقامی حکام اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ اس قتل کا باعث خاندانی دشمنی تھی، تاہم یسوعی پادری تھامس مچل کی رائے میں جو بشپ ڈی جیس کو اچھی طرح جانتے تھے، قتل میں سب سے بڑا واحد عنصر فلپائن میں آسانی سے اسلحے کی دستیابی ہے۔ دُنیا کے دوسرے حصوں میں بھی یہ تبدیلی پریشان کن ہے۔

پادری تھامس مچل نے مزید کہا کہ "اس رجحان میں اتنا حصہ مسلم ۔ مسیحی تشدد کا نہیں، جتنا اسلحے کے باسانی دستیاب ہونے کا ہے۔ اسلحے کی دستیابی کے باعث لوگ زیادہ تشدّد پر آمادہ ہوجاتے ہیں۔ میرے خیال میں ہم اس وقت اصل سبب نظر انداز کردیتے ہیں جب تشدد کو مذہبی اسباب سے منسلک کردیا جاتا ہے۔ اگرچہ نظر بظاہر یہ سبب ہوسکتا ہے۔"

چرچ اہل کاروں نے کہا کہ ایسے پُرتشدّد واقعات میں اکثر نسلی اور اقتصادی اسباب کار فرما ہوتے ہیں۔ بورنیو میں، مثال کے طور پر جو حملے ہوئے ان میں دو مختلف انڈونیشی ثقافتیں کار فرما تھیں۔ یوگنڈا میں مسلح حملے اُس علاقے میں ہوئے ہیں جو ایک عرصہ سے نسلی بنیادوں پر قائم فوجی جماعتوں کا گڑھ ہیں۔

تاہم پاکستان میں واضح طور پر ایک مذہبی عنصر یعنی قوانین توہینِ رسالت کو آسانی سے استعمال کرنے کی نشاندہی کی گئی ہے۔ یہ قوانین چرچ کے اعتراضات کے باوجود منظور کیے گئے تھے۔ پنجاب میں فسادات کا آغاز اس الزام سے ہوا کہ مسیحیوں نے قرآن کی توہین اور بے ادبی کی ہے۔

جاری مسلم ۔ مسیحی مکالمے کے بارے میں چرچ حکام کی رائے تھی کہ مکالمے سے کچھ نہ کچھ بہتری ہورہی ہے۔ پادری مچل نے بتایا کہ حالیہ برسوں میں جنوبی فلپائن میں مسیحیوں اور مسلمانوں نے ۱۹۷۰ء کے عشرے کے ٹکراؤ کو روکنے کے لیے ازحد کام کیا ہے۔ جنوبی فلپائن اور اسی طرح دوسرے مقامات پر حالات کی کیا کیفیت ہوتی اگر مکالمہ بین المذاہب کو اہمیت نہ دی گئی ہوتی!

فادر مچل ۱۹۸۸ء سے ۱۹۹۴ء تک ویٹی کن میں مسلم معاملات سے متعلق رہے ہیں۔ اُن کی رائے میں "مسلمانوں کے ساتھ چرچ کا مکالمہ زیادہ حقیقت پسندانہ انداز اختیار کر رہا ہے۔" ماضی میں ہمارے سامنے مکالمے کا غیر واضح تصوّر تھا جو تاریخی رجائیت پسندی کی حد تک درست تھا کہ معاملات بہتری کی جانب جارہے ہیں، مگر اب ہم سمجھتے ہیں کہ مکالمہ ہر دور میں، خراب ترین حالات میں بھی جاری رہنا چاہیے۔ ("دی کرسچن وائس" - ۱۶ مارچ ۱۹۹۷ء)